

اللہ کی نشانیاں

اور اُس کی نشانیوں میں سے

یہ ہے کہ اُس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر لیکا یک تم بشر ہو کہ (زمیں میں) چھیتے چلے جا رہے ہو۔

اور اُس کی نشانیوں میں سے

یہ ہے کہ اُس نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے پویاں بنا میں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔

اور اُس کی نشانیوں میں سے

آسمانوں اور نہیں کی پیدائش، اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف ہے۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں والش مندا لوگوں کے لیے۔

اور اُس کی نشانیوں میں سے

تمہارے رات اور دن کو سوتا اور تمہارا اُس کے فضل کو علاش کرتا ہے۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو (غور سے) سئے ہیں۔

اور اُس کی نشانیوں میں سے

یہ ہے کہ وہ تحسین بخلی کی چکڑ کھاتا ہے خوف کے ساتھ بھی اور طمع کے ساتھ بھی۔ اور آسمان سے پانی بر ساتا ہے، پھر اُس کے ذریعہ سے زمین کو اُس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

اور اُس کی نشانیوں میں سے

یہ ہے کہ آسمان اور زمین اُس کے حکم سے قائم ہیں۔ پھر ہونبی کہ اُس نے تحسین زمین سے پکارا، بس ایک ہی پکار میں اچاکٹ تم تکل آؤ گے۔

برائے توجہ انجینئر صاحبان

تحریک اسلامی سے وابستہ اور متأثر انجینئر حضرات کی باہم روابط سازی کے پیش نظر پاکستان انجینئرز فورم کے زیر اہتمام ڈائریکٹری 2007 کی اشاعت کی جا رہی ہے۔

یہ اشاعت انجینئرز کیوٹ اور پرانے تحریکی ساقیوں سے روابط بحال کرنے اور پروپرٹیشنل معاملات کے لیے تقویت کا باعث ہوگی۔

آنئنہ عہد گھنٹہ میں جھانکنے ہدم دیرینہ تلاش کرنے اور دوستی کے نئے جہاں آباد کرنے کے لیے اپنا تعارف ارسال یا ای میل کیجیے

خراںٹل

انجینئر احمد حماد رشید

ایمیٹر - ڈائریکٹری 2007

(سکریٹری - پاکستان انجینئرز فورم لاہور)

Postal Address

The Editor

Pakistan Engineers Directory

505 - D, Canal View, Lahore.

Tel: 042- 8564371 Cell: 0321-6670222

E-mail: ceo@finepackages.com

اسلام اور پاکستان سے وابستہ دنیا۔ انجینئر ٹیکنیکل پیشہ والے مہرست، شرکتیں پاکستان انجینئرز فورم

Data Required for the Directory

Full Name: _____ Degree (Discipline): _____

Institution: _____ University Roll Number: _____

Job: _____ Designation: _____

Company: _____ Nature of Business / Job: _____

Email: _____ Mobile: _____

Office Tel: _____ Home Tel: _____

Current Postal Address _____ Permanent Postal Address _____

This advertisement is sponsored by



Pakistan's First ISO 9001 + 14001
Printing & Packaging Company

FINE PACKAGES

Lahore - Faisalabad

دینی کالم کیسے لکھا جائے

امام حسن البنا شہید

جريدة الاخوان المسلمين کے اس دینی شبے کی ذمہ داری میرے پردازی گئی ہے۔ میں نے اس کی بے شمار مشکلات اور صعوبتوں کے باوجود اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اسی کی مدد اور توفیق کی امید پر اس ذمہ داری کو قبول کیا ہے۔ اس شبے کے مباحث کا تعلق عقائد، فقہ و اصول فقہ، تصوف و اخلاق، دینی مواضع اور فتاویٰ جیسے موضوعات کے ساتھ ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ روز اول سے اس جریدے کے قارئین کرام کے سامنے وہ طریقہ تحریر اور اسلوب نگارش رکھ دوں کہ جس پر چلنے کا میں نے عزم کیا ہے۔ مجھے کی مجلس ادارت اس شبے کو ایک علمی سلسلہ ہنانا چاہتی ہے جس کے گمراہ استدلال میں ایک تسلسل ہو، جس کے ذریعے ایک مسلمان اپنے دین کے ان احکام کو معلوم کر سکے، جن کا جانانا اس کے لیے ضروری ہے۔

۵ جون ۱۹۳۳ء میں اخوان المسلمون نے اپنے ہفت روزہ جريدة الاخوان المسلمين کا آغاز کیا تو اس کے دینی سیکھن کی ذمہ داری امام حسن البنا کے پردازی گئی۔ اس وقت تک اکثر مطلاع، ایک قدیم اسلوب حقیقت تحریر کے پابند تھے۔ امام نے نیا اسلوب اختیار کرتے ہوئے شروع ہی میں وضاحت کروی کر دیا اور طریقہ کار کیا ہوا۔ اس ضمن میں انہوں نے پوری شرح و بسط کے ساتھ ایک مفصل مقالہ لکھا۔ یہ مقالہ فکری تجدید کے میدان میں ایک مرجع کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس مقالے نے علوم اسلامیہ کے بہت سے پہلوؤں کا احاطہ کر لیا ہے۔ اس میں تفسیر، عقائد، فقہ، تصوف، مواضع اور فتاویٰ پر وقوع مباحث آگئے ہیں مگر تفسیر پر ایک مستقل مضمون بھی اس اشاعت میں شامل ہے جو الگ سے شامل اشاعت ہے۔ باقی ترجمہ و تلخیص پیش خدمت ہے۔ ترجمہ: سید حامد عبد الرحمن الکاف، صنعاء، یمن

بھئے امید ہے کہ قارئین کرام میری ان گزارشات کو سمجھنے کی کوشش کریں گے اور پھر جب کسی موضوع کے بارے میں انھیں کوئی شبہ لاحق ہو گا تو ان گزارشات کی طرف رجوع کریں گے۔ مذکورہ فون کے بارے میں گفتگو کرنے سے پہلے میں درج ذیل امور محترم قارئین کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں:

۱- ہر دور میں لکھنے کا ایک طریقہ ہوا کرتا ہے جو اس زمانے کے لوگوں کے ذوق، فہم اور مطالعے کے طریقوں سے مناسبت رکھتا ہے۔ اس لیے ناگزیر ہے کہ ایسے ہی اسلوب کو اختیار کیا جائے۔ اس مناسبت سے سابقہ زمانوں کی تالیفات کا اپنے زمانے کے مطابق، ایک رنگ اور مزاج ہوتا تھا، اور اس مزاج کی وہ عکاسی کرتی تھیں۔ اسلامی لٹریچر کی تدوین کے پہلے دور میں تالیفات کا امتیاز یہ ہے کہ اس میں کتاب کو متن اور سند تک محدود رکھا جاتا تھا، زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا تھا کہ بہت مختصر انداز میں بعض حواشی لکھ دیے جاتے جن میں اپنی رائے کا اظہار کیا جاتا تھا۔ مؤطا امام مالک، مسند احمد اور حدیث کی اولین کتابیں اسی طرز پر مرتب کی گئیں۔ بعد ازاں مؤلفین احکام کی تخلیص، ترتیب اور ان پر عملی مسائل کی تطبیق کی طرف متوجہ ہوئے، جیسا کہ امام شافعی کی کتاب الام اور سرخی کی کتاب المبسوط کا انداز ہے۔ اس کے بعد وہ دور آیا جس میں مؤلفین احکام کو بیان کرتے، فروعی مسائل میں بکثرت استنباط کرتے اور سابقہ مؤلفین کی کوششوں پر اعتماد کرتے ہوئے بعض شروط کا ذکر کرتے یا پھر ان لفظی باریکیوں کی وضاحت کرتے تھے جن کے ذریعے مفصل تعلیقات، حاشیہ نویں اور شروح لکھنے کا دور آیا۔ اس طرح آپ دیکھیں گے کہ ہر دور کا ایک خاص مزاج ہوتا ہے۔ اپنی مخلوقات میں، اللہ کی یہی سنت رہی ہے۔ کسی حکیم کا مقولہ ہے کہ: اپنی اولاد کو جبرا اپنے صابطوں کا پابند نہ بناؤ، کیونکہ وہ ایک ایسے زمانے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں جو تمہارے زمانے سے مختلف ہے۔

۲- ہمارا دور تصنیف و تالیف اور علوم و معارف کی ترقی کا دور ہے، اس دور میں ترتیب و تہذیب کے نئے اسلوب سوچے گئے اور عبارت کو سہل بنانے کے نئے نئے طریقے دریافت کیے گئے۔ لیکن ہم دینی کتابوں کے میدان میں جہاں تھے وہیں ہیں۔ ہم نے جدید دور کی کوششوں سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا۔ ہمارا اعتماد اور انعاموں پر ایک طرح سابقہ کتابوں پر ہے۔ ہم نے اپنے

زمانے کی کوئی خدمت نہیں کی ہے۔ ہم ابھی تک اپنے اسلاف پر نگیہ کیے ہوئے ہیں۔ اس علمی قیامت کے راستے کو جوں کر ہم دنیٰ علوم سے بہت کم فائدہ اٹھا سکتے ہیں، کیونکہ (سابقہ زمانے کی) کتابوں کی تالیف، ترتیب اور لکھنے کا طریقہ بہر طور آج کے دورے مختلف ہے۔

۳۔ یہ حقیقت کمی موافقے پر روز روشن کی طرح نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے: مثلاً:

• اگر آپ خرید و فروخت کے کسی مسئلے کو فقه کی کتابوں میں تلاش کرنا چاہیں تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ متعلقہ مسئلے کو تلاش کرنے اور اس مقام تک پہنچنے کے لیے آپ کو بہت محنت درکار ہو گی۔ اس کے بعد بکھرے ہوئے احکام کو جمع کرنے کے لیے آپ کو مزید وقت صرف کرنا پڑے گا۔

• بعض جدید معاملات ایسے ہیں کہ جن سے فقد کی بڑی بڑی کتابیں یک سرخالی ہیں۔

مثلاً بینکوں کے کاروبار اور نوٹوں کے معاملات وغیرہ، یہ سب ایسے امور ہیں جن کی تحلیل و تحریم کا تعلق دین اور فقد سے ہے۔ مگر اس کے باوجودہ تم انھیں اپنی جامع اور مستند کتابوں میں نہیں پاتے۔ اس کا سبب بالکل واضح ہے۔ یہ مسائل ہمارے متقدمین کے زمانوں میں موجود ہی نہیں تھے۔ اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم آئندہ کرام کے وضع کردہ اصولوں کی روشنی میں جدید مسائل کا حل ڈھونڈتے ہیں۔

• بعض مسائل و احکام کی بے حد تفصیل جن کا آج وجود ہی نہیں ہے جیسے غلامی کے مسائل کی اس کثرت سے مثالیں پیش کرنا کہ شاید ان کتابوں کا کوئی باب ان کے ذکر و بیان سے خالی نہ ہو۔ اسی طرح ان کتابوں میں پرانے اوزان، پیاناوں اور مسافتوں کی مثالیں پائی جاتی ہیں، جب کہ ہم عصر حاضر کے اوزان، پیاناوں اور مسافتات کے محتاج ہیں۔

• اگر آج کا تعلیم یافتہ نوجوان آپ سے کسی اسکی کتاب کے بارے میں دریافت کرے جس میں عقائد اسلام کو مختصر انداز میں بیان کیا گیا ہو یا جس میں عبادات کے احکام ایسے طریقے سے ذکر کیے گئے ہوں کہ وہ اس کے ذہن کو اپیل کریں، تو آپ کس کتاب کا نام جو یہ کر سکتے ہیں؟ حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ وہ اسکی مختصر اور اطمینان بخش تحریر کا طالب ہے جس کو کم سے کم وقت میں پڑھا جا سکتا ہو، کیونکہ جدید تعلیمی نظام میں اس کو ایسا ہی سکھایا گیا ہے اور اس نے ایسا ہی سیکھا ہے۔ میرا مقصد متقدمین کو تنقید کا نشانہ بنانا ہرگز نہیں ہے۔ اللہ انھیں جزاۓ خیر دے، انھوں

نے اپنے اپنے زمانوں میں تصنیف و تالیف کا کام بھیک اس اسلوب میں سراجام دیا جس طرح اس وقت کی ضرورت تھی۔ اس خدمت کے لیے ہم ان کے احسان مند ہیں کہ انہوں نے ہمارے لیے عظیم علمی ذخیرہ چھوڑا ہے، جو دلائل اور احکام سے بھر پور ہے۔ تاہم اس مقام پر میں معاصر علماء کی ہمتوں کو لکھنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنے زمانے میں دین کی خدمت بجالائیں اور تصنیف و تالیف کا کام عصر حاضر کے لوگوں کی ڈھنی سطح کو بطور کہ کرانجام دیں۔ جس طرح ایک بوڑھے کسان نے کہا ہے: ”ہم سے پہلے کے لوگوں نے بویا تو ہم نے کھایا اور اب ہم بور ہے ہیں تاکہ ہمارے بعد آنے والے کھا سکیں“۔ ہم نہیں چاہتے کہ اسلامی علوم کے روایتی علمی حلقوں میں ہم ایک ایسا حلقة بن کر رہ جائیں جو غفلت کا شکار ہو چکا ہے اور جس کے بارے میں ہمارے بچے اور پھر ان کے بچے یہ کہیں کہ وہ بے عملی اور سائل پسندی کے شکار اور فرض اداۃ کرنے والے تھے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہم ایک ایسا حلقة بنیں جو اسلامی علوم کو اپنے اسلاف کی طرح ایک بہترین اسلوب میں ڈھالے تاکہ وہ بعد میں آنے والوں کو اپنی طرف کھینچ سکے۔

اس لیے جریدہ الاخوان المسلمين میں ان شاء اللہ میں جو اسلوب اختیار کروں گا وہ بعض اوقات ہماری دینی کتب سے مختلف ہو گا، لیکن وہ لازمی طور پر علوم اسلامیہ کے شاخیں مارتے ہوئے اس سمندر سے ہی اپنی غذا اور قوت حاصل کرے گا کہ جس کی تہہ میں اسلاف کی دانش، محنت، تحقیق اور تفہیق فی الدین کے لعل و جواہر موجود ہیں۔

اگرچہ یہ اسلوب نگارش اپنی ترتیب اور نظم میں اچھوتا اور نیا ہو گا، لیکن اپنے اصول و احکام اور قواعد و ضوابط میں ہرگز جدید نہیں ہو گا کیونکہ اسلام کے یہ اصول ثابت اور غیر متبدل ہیں اور ان میں کسی قسم کا تغیر واقع نہیں ہوتا۔ بلکہ میں اپنے قابل احترام قارئین سے توقع کرتا ہوں کہ وہ مجھے اس کاٹھوں بھرے راستے پر چلنے میں مدد دیں، تاکہ ہم مل کر حقیقت کو دریافت کر سکیں۔ میرے لیے یہ بڑی خوشی کی بات ہو گی کہ کوئی معزز قاری میرے طریق کارکی اصلاح کرے یا اپنے اس بھائی کو کوئی اچھا مشورہ دے۔ ان شاء اللہ میں ہر ایسی تھیجت کو مقبول کروں گا اور اس پر عمل پیرا بھی ہوں گا۔

○ اولاً، عقائد: ہم اس موضوع پر لکھتے ہوئے دو بنیادی امور کا خیال رکھیں گے:

پہلا یہ کہ: قرآن کریم اور رسول اللہ کے اس طریقے پر اعتناد جسے وہ دینی عقائد کو قلوب میں

اتار نے اور ان کو احساسات سے لبریز کرنے کے لیے استعمال کیا کرتے ہیں۔ الفاظ کی گہرائیوں میں جانے، تحقیقات کے سمندر میں غوطہ زن ہونے، اور مختلف مذاہب و آراء کا تذکرہ کرنے کے بجائے دل و دماغ کو گرفت میں لیتا۔ فلاسفہ، اصحاب مطلق اور اہلی کلام کی اصطلاحات کے بکھیروں میں الجھک رہ جانے کے بجائے صاف، سادہ اور پراٹر طرز تحریر کو اختیار کرنا کہ سلف صالحین کا طریقہ تھی ہے۔

دوسراء، اس بات کا خاص طور پر اہتمام کرنا کہ انسانی زندگی پر ان عقائد کے اثرات کو ہیان کیا جائے تاکہ قاری یہ جان سکے کہ اس کے نفس پر یہ اثرات کس حد تک موجود ہیں؟ اگر ان عقائد کا اثر اس کی زندگی پر گہرا ہے تو وہ اللہ کی اس نعمت پر مشکر بجالائے۔ اگر یہ اثرات کمزور ہیں، تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کا مدوا کرے اور اپنے ایمان کو مضبوط بنائے۔ یاد رہے کہ ہمارے اسلاف کے عقائد، ان کے احساسات اور جذبات میں پوری طرح جذب ہو کر ان کی زندگیوں پر غلبہ حاصل کر چکے تھے۔ اس کے برعکس جب یہ عقائد جنگ وجدل اور قیل و قال میں تبدیل ہوئے تو امت کا ایمان کمزوری کا شکار ہو گیا اور اس کا شیرازہ بکھر کر رہا گیا۔

ہم اس اصول کی پیروی جدید شہادات کا جواب دینے، ان کی تردید کرنے اور بعض جدید نظریات سے اسلامی عقائد پر استدلال کرتے ہوئے کریں گے، اس لیے نہیں کہ ہم خلط مجھ کرنا چاہتے ہیں، بلکہ اس لیے کہ ہم ان سے احتیاج و استنباط کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے صدقہ:

سُنْنِيْهُمْ أَيْتَنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ (حمد السجدة ۳۱: ۵۳)

ہم ان کو آفاق اور خود ان کے اپنے نقوش میں اپنی نشانیاں (کچھ اس طرح دکھائیں گے) کرنا پر یہ بات (پوری طرح) واضح ہو جائے گی کہ وہ صحیح اور صحیح نشانیاں (آیات) ہیں۔

○ ٹانیا، فقہ: جہاں تک فقہ کا تعلق ہے تو اس پر قلم اٹھانا کئی وجہ نہے ایک مشکل کام ہے۔ ایک تو اس کی جزئیات کی کثرت ہے، دوسرے اس کے اسلوب کی بھیجی گیاں اور بھر اصول میں اختلافات اور ان میں سب سے اہم پہلو فقہی مذاہب کا تعدد اور پھر خود ان کے اندر اختلاف در اختلاف کا ہوتا ہے۔ یہ اختلافی آراء، امت میں کچھ اس طرح سے جم گئی ہیں کہ ان کے خلاف جانا لوگوں کے نزدیک گویا کہ ایک قسم کا کفر والحاد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس بارے میں ذرا سی بات بھی کی جائے تو وہ بڑی شدت سے بحث پر آتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا میں کسی خاص فقہی مذہب کے بارے میں اپنے مطالعے کے مطابق لکھوں تاکہ لوگ اس سے استفادہ کر سکیں؟ لیکن اس طرح تو اپنے آپ کو خود ہی ایک حلے تک محدود کر لیتا ہے، اور باقی لوگ محروم کا شکار ہوں گے۔ یا پھر میں ان سب کے لیے سارے فقہی مذاہب کے مطابق لکھوں؟ یہ ایک طرف تو نہایت مشقت طلب کام ہو گا اور دوسری طرف قاری بھی پریشان اور مضطرب ہو جائے گا، بالخصوص عام طبقات سے تعلق رکھنے والا قاری۔ علاوه ازیں اس میں ابجات کی کثرت کے نتیجے میں خود کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے جو اسلامی قانون کے بنیادی آخذ اور سرچشمے ہیں، ان سے قطع تعلقی بھی دکھائی دیتی ہے۔

پھر کیا میں احکام کی آیات و احادیث لکھوں حالانکہ قارئین ابھی اجتہاد کے فہم و قبول کے درجے تک نہیں پہنچ سکے ہیں؟ نہ ان کے اوقات میں اتنی گنجائش ہے کہ استنباط اور فہم کی کوشش کر سکیں۔ جب تک وہ اپنے فہم کو منظم نہ کر لیں اور اصولی ضوابط سے آشنا ہو جائیں، ان کے لیے استفادہ کرنا تو دور کی بات ہے، وہ خود انتشار کا شکار ہو کر رہ جائیں گے۔ تو کیا پھر میں اپنے فہم کے مطابق ان آیات اور ان احادیث کی شرح بیان کروں؟ نہیں، اس طرح تو علیحدہ سے ایک نیا فقہی مذہب وجود میں آجائے گا۔ نئے مذہب کی تائیں سے تو کہیں آسان یہ ہے کہ مجھے ایک پہاڑ کو زمین کے دوسرے کونے تک پہنچانے کے لیے کہا جائے۔ میں اس کام کا اہل نہیں ہوں۔

اسی طرح کے مختلف امور پر میں عرصہ دراز تک غور و فکر کرتا رہا ہوں۔ اور اب مجھے پورا اطمینان ہو چکا ہے کہ فقہ پر کچھ اس طرح قلم اٹھایا جائے کہ اس سے امت کی تعلیم و تربیت ہو، اور وہ اس سے حقیقی فائدہ اٹھا سکے۔ جب آپ ایک ایسے مجھے کو فقہ کی تعلیم دیتے ہیں، کہ جس میں کم تعلیم یافتہ بھی ہیں اور پڑھے لکھے لوگ بھی، تو ایسے میں آپ کے لیے نہایت دشوار ہوتا ہے کہ کس چیز کو اختیار کریں اور کون سا راستہ منتخب کریں؟ بلاشبہ اس حیران کن صورت حال کا عوام کو جہالت کی تاریکی میں دھکلنے میں براہاتھ ہے، خصوصاً عبادات کے دائرے میں۔ اپنی وزارت اوقاف کو لے لیجیے۔ اُس نے اس مشکل کو حل کرنے کا یہ اٹھانے کا اعلان کیا، جس کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی۔ اس کمیٹی نے بڑی کوشش کی، لیکن بالآخر اسے بھی چاروں مکاتب فکر کے اصول پر مبنی عبادات کے احکام پر مشتمل کتاب شائع کرنا پڑی، جس کے لیے وہ بہر حال شکریہ کی مستحق قرار پاتی ہے۔ تاہم

مذکورہ کتاب میں بھی عبادات کے مسائل میں مختلف فقہی اقوال جمع کرنے سے زیادہ پچھنچیں کیا گیا۔ پھر یہ احکام ایک ایسے انداز میں پیش کیے گئے کہ اس سے فائدہ اٹھانا صرف علماء کے بس میں ہے۔ یوں اس کا دوسری نے عوام کو پچھنچیں فائدہ نہیں پہنچایا اور صرف ایک حوالے (reference) کی کتاب ہی مرتب ہو کر شائع ہو سکی ہے۔

میں نے لمبے عرصے تک اس مشکل صورت حال کے بارے میں سوچ پھر کی اور یہی مشقت کے بعد مجھے اس مشکل سے نکلنے کا جو راستہ نظر آیا وہ میں آپ کے سامنے بیان کروں گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں کوئی فیصلہ کن بات عرض کر رہا ہوں بلکہ یہ ایک ایسی بات ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے ذہن میں ڈال دی ہے۔ میرے لیے اسے آسان بنادیا ہے۔ مجھے اسی میں فائدہ نظر آیا ہے۔ اگر اس میں سے آپ کو بھی کوئی فائدہ پہنچے یا پھر آپ کے ذہن میں کوئی نئی بات آجائے تو اس میں مجھے بھی اپنے ساتھ شریک کر لیں، میرے ساتھ بانٹ دیں۔ اس طرح یہ ممکن ہو جائے گا کہ ہم اور آپ مل کر اس پہاڑ جیسے کام کو پایہ تھیکیں تک پہنچا سکیں اور فقدِ اسلامی کے مطالعے کے لیے ایک کشادہ اور ہمار شاہراہ تعمیر کر سکیں، کیونکہ یہ معاملہ کسی ایک شخص کے بس سے باہر ہے۔

میرے ذہن میں جو طریقہ آیا ہے وہ یہ ہے کہ اس موضوع پر لکھنے کے تین درجات ہونے چاہئیں:

پہلا درجہ: اس میں ہم عوام کے لیے وہ کیفیات و احکام کو پیش کریں گے کہ جن پر آخر فقہ کا اتفاق ہے۔ ہم فقہی دلائل کی تفصیل میں نہیں جائیں گے۔ اس میں ہم ان امور کا انتخاب کریں گے جن کا تعلق ترغیب و تہذیب، دینی اور دنیوی فوائد اور شریعت کے عمومی اسرار و موز سے ہے۔ اس طرح ایک عام فرد بھی اپنی عبادات کے احکام معلوم کر سکتا ہے، ان میں بہتری لاسکتا ہے اور ان کو اسی طرح ادا کر سکتا ہے جس طرح کہ اللہ اور اس کے رسول کا منشاء ہے۔ نیز اس کے ساتھ وہ ان عبادات کے دینی و دنیوی فوائد کا احساس کر سکتا ہے۔

دوسرा درجہ: اس میں ہم پڑھے لکھے لوگوں کے لیے آئندہ کرامہ کے ذخیرہ علم کی مدد سے ہر عمل کی کیفیت اس کے احکام کے ساتھ بیان کریں گے۔ ساتھ ہی ان کے دلائل کا بھی ذکر

کریں گے۔ اس حصے کے آغاز میں ایک مقدمہ بھی ہو گا جس میں ہم اصولی اصطلاحات اور انہے کے اختلاف کے اسباب بیان کریں گے۔

تیسرا درجہ: اس میں ہم اخلاص کا درجہ رکھنے والے علماء کے لیے مختلف فقہی مسائل اور ان کی ترجیح کے مختلف پہلوؤں کو انہرے کے اقوال کے ساتھ واضح کریں گے۔ اس طرح مسائل میں تحقیق و تجویز کرنے والا مسئلے میں سب راجح و مر جو حکم جان سکے گا اور ایک ایسی رائے تک پہنچ سکے گا جو اس کے لیے اطمینان بخش ہو۔ واضح رہے کہ یہ حصہ صرف ان علماء کے لیے ہو گا جن کے قدم تحقیق و تیریج کے میدان میں خوب رانچ ہو چکے ہوں، یقیناً ایسے حضرات تعداد میں کم ہوں گے۔ جریدہ الاخوان المسلمين میں ہم ہمیں دو قسموں کو ترجیح دیں گے۔ رہی تیری قسم تو ان کے لیے فقہ اور حدیث کی جامع کتابیں کافی ہیں۔

ہم ان تحریروں میں ان شاء اللہ حسب ذیل امور کی رعایت رکھیں گے:

- ۱۔ فروعی مسائل میں مفروضوں پر بات کرنے سے گریز کیا جائے گا۔
- ۲۔ جہاں تک ہو سکے مشکل اصطلاحات کو استعمال کرنے سے احتراز کریں گے۔
- ۳۔ عبارت سہل، سلیس اور سیدھی سادی ہو گی۔
- ۴۔ فقہی احکام کو ان کے قواعد، اسرار اور حکمتوں کے ساتھ کچھ اس طرح مربوط کریں گے کہ ان کا روکھاپن جاتا رہے گا۔

○ عالیٰ، تصوف: تصوف اگرچہ رئی طور پر علوم اسلامیہ میں نہیں شمار ہوتا، لیکن وہ امت میں دیگر علوم سے زیادہ پھیلا ہوا ہے۔ اس کے کلیات اور احکام لوگوں کے قلوب اور نفوس میں گھر کر چکے ہیں۔ اس کی کتابیں اس کے مختلف طبقات میں متداول ہیں۔ اس لیے جو شخص بھی علوم اسلامیہ پر قلم اٹھانا چاہتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کے صحیح مقام کو پہچانے۔

درحقیقت صحیح تصوف اسلام کا خلاصہ ہے اور پتھر صوفیاتی وہ لوگ تھے، جنہوں نے اس دین کو پھیلانے اور اس کو تقویت دینے کے لیے اسلامی تصوف کو اختیار کیا۔ اس میدان میں ان کے علاوہ کوئی فلسفی یا کسی قسم کا مرتبی اس کام کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔

میری رائے میں تصوف کی دو قسمیں ہیں: ایک حقیقی اسلامی تصوف جو اپنے اصول و احکام،

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے حاصل کرتا ہے۔ دوسرا ہے فلسفیانہ تصوف، جو اپنے اصول اور مبادی مختلف فلسفوں پر مبنی نظریات سے حاصل کرتا ہے۔ افسوس کہ یہ دونوں تصوف گذڑ ہو گئے ہیں اور اس حد تک خلط ملٹ ہو گئے ہیں کہ ان میں حق اور باطل کی تمیز کرنا بے حد مشکل ہو گیا ہے، اس تصوف کا اثر یہاں تک بڑھ چکا ہے کہ کتاب اللہ کی تفسیر اور سنت رسول اللہ کی تعریج تک میں فلسفیانہ آراء کو استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ اب صوفیا کی اپنی خاص زبان اور ایسی اصطلاحیں وضع ہو چکی ہیں جو ان کے لیے ہی خاص سمجھی جاتی ہیں۔

پھر حقیقی اسلامی تصوف کی بھی دو قسمیں ہیں: ایک قسم تווהہ ہے جس کا مقصد تربیت نفس، اس کی تہذیب و تطہیر اور اس کو اچھے اخلاق پر ابھارنا اور فضائل میں کمال حاصل کرنا ہے۔ اس کو عام طور پر علم المعاملة کا نام دیا جاتا ہے۔ رہی دوسری قسم تو اس کا تعلق ریاضت و عبادت کے ان نتائج اور ثمرات سے ہے جن کا تعلق ذوق، وجود، فیض اور کشف وغیرہ سے ہے۔ یہ دونوں اقسام بھی آپس میں اس حد تک خلط ملٹ ہو چکی ہیں کہ ان میں تمیز کرنا مشکل ہو چکا ہے۔ اسی وجہ سے بعض مریدین تجہ اوثرات سے تو پہنچا چاہتے ہیں لیکن اسے حاصل کرنے کے لیے وہ راستہ اختیار نہیں کرتے جو اس کے حصول کے لیے ضروری ہے۔ بلکہ بعض اوقات توهہ اس شوق میں دین کے مطلوب راستے سے ہی غفلت برتنے لگتے ہیں اور شریعت کے احکام کو کوئی حیثیت نہیں دیتے۔

یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ تصوف میں بھی انسانی خواہشات اور مختلف سیاسی و اجتماعی اہداف و اغراض گھس آئے ہیں۔ تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے لیکن ہم جو کچھ کہنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ تصوف کے بارے میں لکھتے ہوئے ہم درج ذیل اصولوں کو منظر رکھیں گے، ان شاء اللہ

۱۔ علم المعاملة کے احکام کا ذکر اور کتاب و سنت سے ان کے دلائل پیش کرنا۔

۲۔ ان کے ایسے نتائج اور ثمرات کا مختصر بیان جو ذوق اور وجود ان سے تعلق رکھتے ہیں اور جو راہ سلوک پر چلنے کے لیے مہیز کا کام دیتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ یہ اہتمام کہ وہ نہ تو کتاب اللہ

۱۔ یہ وہ اجھا ہے جس کی طرف مولانا مودودی نے اپنی کتاب دینیات، بدایات اور دیگر مقامات پر صرف اشارہ کیا ہے تفصیل نہیں بیان کی۔ الامام البنا نے اس گھنے جگل میں سے اسلامی تصوف کی سیدھی اور واضح راہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس لیے ان کی ایسی تحریروں کی اہمیت اور ضرورت دو چند ہے۔ (الكاف)